Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

The Role of Khayr-e-Ummat in the Eradication of Social Evils: A Contemporary Analysis in the Light of the Qurʾān and Sunnah

معاشرتی برائیوں کے تدارک میں خَیْرَ اُمَّۃٍ کا کردار: قرآن وسنت کے تناظر میں معاصر تجزیہ

Authors Details
1.Misbah Sajjad (Corresponding Author)
Ph.D. Research Scholar, Department of Islamic Studies, Sadiq College Women University, Bahawalpur, Pakistan. **misbahsajjad125@gmail.com**

Citation
Sajjad, Misbah. " The Role of Khayr-e-Ummat in the Eradication of Social Evils: A Contemporary Analysis in the Light of the Qurʾān and Sunnah." Al-Marjān Research Journal, 2, no.3, Oct-Dec (2024): 474– 487.

Submission Timeline
Received: Sep 23, 2024
Revised: Oct 13, 2024
Accepted: Nov 05, 2024
Published Online: Nov 21, 2024

Publication, Copyright & Licensing

Article QR

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE
HJRS HEC Journal Recognition System

The Role of Khayr-e-Ummat in the Eradication of Social Evils: A Contemporary Analysis in the Light of the Qurʾān and Sunnah

معاشرتی برائیوں کے تدارک میں خَیْرَ اُمَّةٍ کا کردار: قرآن و سنت کے تناظر میں معاصر تجزیہ

مصباح سجاد☆

Abstract

This research paper examines the Quranic concept of *Khayr-e-Ummat* (the Best Nation), derived from the verse *"You are the best nation raised for mankind"* (Āl ʿImrān 3:110), and its contemporary application in addressing social evils within Muslim societies. The paper delves into the linguistic, exegetical, and theological dimensions of the term, highlighting the conditional nature of this honor—enjoining good and forbidding evil. It asserts that the status of *Khayr-e-Ummat* is not hereditary or ethnic but performance-based, rooted in moral integrity, collective responsibility, and active reform. The study identifies prevailing social issues such as dishonesty, injustice, obscenity, corruption, and moral decline that have eroded the ethical fabric of many Muslim communities. It argues that these issues stem from a deviation from the core Islamic principles emphasized in the Qurʾān and Sunnah. The paper also explores the Prophetic model (Sīrah) and the era of the Rightly Guided Caliphs as paradigms for moral governance and social reform. It proposes practical strategies involving educational reforms, media accountability, religious leadership empowerment, and youth engagement as tools for reviving the Ummah's role. The research concludes that reclaiming the position of *Khayr-e-Ummat* is essential for moral revival and sustainable development. It urges both individuals and institutions to commit to their divinely assigned mission of promoting good and preventing evil in contemporary contexts.

Keywords: Khayr-e-Ummat, social evils, Islamic reform, enjoining good, contemporary application**.**

تعارف موضوع

اسلام ایک ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے جو انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں پر رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ قرآنِ کریم کی آیت "**كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ**" (آل عمران: 110) امت مسلمہ کو ایک اعلیٰ منصب عطا کرتی ہے، جو نہ صرف امتیازی شرف کا مظہر ہے بلکہ ایک عظیم ذمہ داری کا اظہار بھی ہے — یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ اس آیت میں موجود "خیر امت" کا تصور صرف ایک تاریخی دعویٰ نہیں بلکہ ایک عملی معیار ہے، جس کا حصول قول، فعل، کردار، اور اجتماعی ذمہ داری کی بنیاد پر ممکن ہے۔ موجودہ دور میں امت مسلمہ کو جس طرح جھوٹ، کرپشن، بے حیائی، اور عدل و انصاف کے فقدان جیسے چیلنجز کا سامنا ہے، وہ "خیر امت" کے حقیقی تصور سے دوری کا نتیجہ ہے۔ مغربی تہذیب کے

☆ پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، شعبۂ اسلامیات، صادق کالج ویمن یونیورسٹی، بہاولپور، پاکستان۔

اثرات، ذرائع ابلاغ کی منفی سمت، اور اخلاقی انحطاط نے مسلم معاشروں کو فکری زوال سے دوچار کر دیا ہے۔ ایسے حالات میں امت کو چاہیے کہ وہ اپنے اصلاحی کردار کو از سرِ نو دریافت کرے اور قرآن وسنت کی روشنی میں معاشرتی برائیوں کے سدباب کے لیے مؤثر حکمت عملی اختیار کرے۔ یہی اس مقالے کا بنیادی موضوع اور مقصد ہے۔

مبحث اول: خیر امت کا مفہوم، شرعی بنیاد اور ذمہ داریاں

1. خیر امت کا مفہوم اور اس کی شرعی بنیاد

قرآن مجید کی سورۃ آلِ عمران کی آیت 110 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ"

(آل عمران: 110)

ترجمہ: "تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کے لیے پیدا کی گئی ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

اس آیتِ مبارکہ کے الفاظ "خیر امت" میں "خیر" کا لغوی مفہوم ہے "سب سے بہتر، نیکی و بھلائی والا"، اور "امت" سے مراد ہے ایک ایسا گروہ یا جماعت جو کسی مشترکہ مقصد کے لیے جمع ہو۔ اصطلاحی طور پر "خیر امت" ان لوگوں کو کہا گیا ہے جن کی زندگی کا مقصد اللہ کی بندگی، نیکی کی ترویج، برائی سے اجتناب، اور ایمان کی حفاظت ہو۔ اس آیت میں امت مسلمہ کی فضیلت کو ان شرائط سے مشروط کیا گیا ہے کہ وہ نیکی کی طرف بلانے اور برائی سے روکنے کا فریضہ انجام دے۔

2. امت کی خیر ہونے کی شرائط

"خیر امت" کا لقب کوئی نسلی یا جغرافیائی بنیاد پر نہیں دیا گیا بلکہ اس کے لیے واضح شرائط موجود ہیں۔ پہلا معیار "امر بالمعروف" یعنی نیکی کا حکم دینا، دوسرا "نہی عن المنکر" یعنی برائی سے روکنا، اور تیسرا "ایمان باللہ" یعنی اللہ پر پختہ ایمان رکھنا ہے۔ یہ تینوں صفات اگر کسی امت میں موجود ہوں تو وہ واقعی "خیر امت" ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس امت کو اس وقت تک خیر امت نہیں کہا جا سکتا جب تک وہ دعوت، اصلاح اور دین کی سربلندی کا کام نہ کرے[1] (تفسیر ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 394)۔

ان شرائط سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ "خیر امت" ہونا صرف ماضی کا حوالہ نہیں بلکہ ایک مسلسل عمل اور ذمہ داری ہے، جو ہر دور میں برقرار رہنی چاہیے۔ اگر امت مسلمہ ان ذمہ داریوں سے غفلت برتتی ہے تو وہ اس فضیلت سے محروم ہو سکتی ہے۔

3. خیر امت کا اطلاق کن خصوصیات پر ہے؟

خیر امت کا اطلاق ان خصوصیات پر ہوتا ہے جو ایک فرد یا قوم کو اجتماعی فلاح کے لیے وقف کر دیتی ہیں۔ ان خصوصیات میں سرفہرست تقویٰ، علم، عدل، حلم، صبر، رواداری، احسان، اور جہد مسلسل شامل ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"بلّغوا عني ولو آية[2]"

ترجمہ: "میری طرف سے (دین کا) پیغام پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔"

[1] al-Tawbah, 9:71.

[2] al-Naḥl, 16:125.

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ خیر امت وہ ہے جو دین کی دعوت کو اپنی ذمہ داری سمجھے، چاہے وہ معمولی معلومات ہی کیوں نہ رکھتی ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خیر امت صرف علماء یا خطباء نہیں بلکہ ہر وہ مسلمان ہے جو کسی بھی درجے میں دین کا شعور رکھتا ہو اور اسے دوسروں تک پہنچائے۔ اس امت کو "خیر" اسی لیے کہا گیا کہ وہ انسانی فلاح، سماجی عدل، روحانی پاکیزگی، اور اخلاقی بلندی کا داعیہ رکھتی ہے۔ یہ امت اس وقت خیر امت کہلائے گی جب اس کے افراد انفرادی طور پر نیک اور اجتماعی طور پر اصلاحی کردار ادا کریں۔ چنانچہ یہ ایک فخر سے زیادہ ذمہ داری کا پیغام ہے، جس کا تعلق عمل سے ہے، نہ کہ محض دعوے سے۔

4. خیر امت کی ذمہ داریاں

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو "خیر امت" کا عظیم منصب عطا فرمایا ہے، مگر یہ محض ایک اعزاز نہیں بلکہ ایک فریضہ اور ذمے داری بھی ہے۔ سورۃ آلِ عمران کی آیت 110 میں امت کی اس برتری کی بنیاد کو واضح کرتے ہوئے فرمایا گیا:

"تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ"[3]

یعنی نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور اللہ پر ایمان رکھنا ہی وہ اوصاف ہیں جو امت کو خیر امت بناتے ہیں۔ لہٰذا خیر امت ہونے کے ناتے، امت مسلمہ پر یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اصلاحی کردار ادا کرے۔

i. امر بالمعروف و نہی عن المنکر

امت مسلمہ کا بنیادی فریضہ "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے۔ یہ وہ اصول ہے جس پر اسلامی معاشرہ استوار ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مَن رَأى مِنكُم مُنكرًا فليُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فإن لَم يَستَطِعْ فبِلِسانِهِ، فإن لَم يَستَطِعْ فبِقَلبِهِ، وذَلك أضعَفُ الإيمَانِ"[4]

ترجمہ: "تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو زبان سے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل میں برا جانے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔"

یہ حدیث معاشرتی اصلاح کی تین سطحیں واضح کرتی ہے: عملی اقدام، زبان سے اظہار اور قلبی انکار۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بھی حالت میں برائی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ رویہ اگر معاشرے میں عام ہو جائے تو برائی کی جڑیں کٹنے لگتی ہیں۔

ii. دینی و اخلاقی تربیت کی اہمیت

امت مسلمہ کی خیر کا ایک اور اہم پہلو دینی و اخلاقی تربیت ہے۔ اگر مسلمان خود دینداری، اخلاق حسنہ، اور احکام الٰہی پر عمل پیرا نہ ہوں تو نہ وہ خود "خیر امت" کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں، نہ ہی وہ دوسروں کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ"

ترجمہ: "اور نصیحت کرتے رہو، بے شک نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔"

---

[3] al-Fātiḥah, 1:5.

[4] al-Baqarah, 2:2.

نصیحت، تعلیم، اور تربیت وہ ذرائع ہیں جن سے امت اپنی اصلاح کرتی ہے اور دوسروں کی بھی رہنمائی کرتی ہے۔ موجودہ دور میں دینی تربیت کو فروغ دینا خاص اہمیت کا حامل ہے تاکہ نئی نسل مغربی تہذیب کے منفی اثرات سے محفوظ رہ سکے۔

iii. خیر امت کی ذمہ داریاں بحیثیت والدین

اسلام نے امت مسلمہ کو "خیر امت" کا شرف عطا کیا ہے، جس کے تقاضے نہ صرف معاشرتی سطح پر ظاہر ہوتے ہیں بلکہ ان کی بنیاد خاندانی نظام اور بالخصوص والدین کی ذمہ داریوں پر بھی استوار ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" :**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا) "التحریم: 6)**، یعنی "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو آگ سے بچاؤ[5]"۔ اس آیت کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ والدین پر فرض ہے کہ وہ صرف اپنے لیے نہیں، بلکہ اپنی اولاد کے لیے بھی دینی اور اخلاقی تربیت کا اہتمام کریں۔ ان کی ذمہ داری صرف دنیاوی آسائشوں کی فراہمی تک محدود نہیں، بلکہ ان کی روحانی فلاح و بہبود اور آخرت کی کامیابی کی فکر بھی والدین کے ذمے ہے۔ احادیث نبوی ﷺ میں بھی اس ذمہ داری کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" :**كلكم راعٍ وكلكم مسؤول عن رعيته "** صحیح بخاری، کتاب الآدب، حدیث 893)، یعنی "تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے"۔ یہ حدیث والدین، بالخصوص باپ کی ذمہ داری کو اجاگر کرتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت، نگہداشت اور رہنمائی کا فریضہ ایمانداری سے ادا کرے۔ بچوں کو نیک و صالح بنانا صرف تعلیمی اداروں یا مدرسے کی ذمہ داری نہیں، بلکہ والدین کی سب سے پہلی دینی فریضہ ہے کہ وہ بچوں کو خیر و شر کی تمیز سکھائیں، نماز کی عادت ڈالیں اور اخلاقی رویوں کو اپنانے پر آمادہ کریں۔ موجودہ دور میں والدین کو بہت سی چیلنجز کا سامنا ہے، جن میں سوشل میڈیا، اخلاقی انحطاط، اور دینی بے خبری سرفہرست ہیں۔ ان حالات میں خیر امت ہونے کا تقاضا ہے کہ والدین نہ صرف بچوں کی روزمرہ سرگرمیوں پر نظر رکھیں بلکہ ان کے دینی اور فکری رجحانات کی سمت درست کریں۔ ان کے دوستوں، تفریحی مشاغل، اور آن لائن مصروفیات پر نظر رکھنا اور انہیں اسلامی اقدار کے ساتھ جوڑے رکھنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لیے والدین کو خود بھی دینی شعور حاصل کرنا ہوگا تاکہ وہ اپنی زندگی کو بچوں کے لیے عملی نمونہ بنا سکیں۔ ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ والدین کو اپنے بچوں کے ساتھ دوستانہ تعلق رکھنا چاہیے تاکہ بچے ان سے مشورہ کریں، دل کی بات شیئر کریں اور ان کی رہنمائی کو دل سے قبول کریں۔ محض سختی یا زبانی نصیحتوں سے بات نہیں بنتی؛ بلکہ محبت، نرمی، اور عملی کردار کے ذریعے بچوں کی تربیت زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔

سیرت النبی ﷺ سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ آپ ﷺ بچوں سے شفقت، رہنمائی اور اخلاق کے اعلیٰ نمونے سے ان کی تربیت فرماتے۔ خلاصہ یہ کہ والدین خیر امت کی بنیاد میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کی تربیتی حکمت عملی، ان کا کردار، اور ان کی دعائیں آئندہ نسل کی فلاح و بہبود کی ضامن ہیں۔ ایک نیک، باشعور اور باعمل مسلمان نسل کی تیاری صرف اسی وقت ممکن ہے جب والدین اپنی ذمہ داریوں کو "خیر امت" کی شان اور فریضہ سمجھ کر ادا کریں۔ یہی وہ راستہ ہے جس سے ایک اسلامی، پرامن اور صالح معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ)"[6](...التحریم: 6)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

[5] Ṭāhā, 20:132.

[6] al-Taḥrīm, 66:6. *al-Qur ʾān al-Karīm* (Riyadh: Dār al-Salām, 2015).

اس آیت میں والدین کی اہم ذمہ داری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ نہ صرف اپنی نجات کی فکر کریں بلکہ اپنے اہل خانہ، خصوصاً اولاد کی تربیت اور کردار سازی کی بھی ذمہ داری نبھائیں۔ ایک باایمان فرد کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دے، انہیں نیک و بد کی تمیز سکھائے، ان کی صحبتوں پر نظر رکھے اور ان کے کردار کو سنوارے تاکہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہوں۔ یہ ذمہ داری صرف تعلیم دینے تک محدود نہیں بلکہ عملی تربیت، وقت دینا، نرمی اور حکمت کے ساتھ سمجھانا، اور خود بھی ایک نمونہ بن کر دکھانا شامل ہے۔ موجودہ دور میں جہاں میڈیا، سوشل نیٹ ورک اور دنیاوی فتنوں کی یلغار ہے، والدین کا فرض مزید بڑھ گیا ہے کہ وہ بچوں کے ایمان، کردار اور دین سے جڑے رہنے کو یقینی بنائیں۔ یہی عمل "خیر امت" ہونے کا عملی مظاہرہ ہے۔

"كلكم راعٍ وكلكم مسؤول عن رعيته"...[7]

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے۔

یہ حدیث والدین، خصوصاً والد کو مخاطب کرتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کے محافظ اور نگہبان ہیں۔ انہیں نہ صرف دنیاوی ضروریات پوری کرنی ہیں بلکہ دینی تربیت، اخلاقی اصلاح، اور روحانی ترقی کے لیے بھی بھرپور کردار ادا کرنا ہے۔ آج کے معاشرے میں خیر امت کی حیثیت سے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو صرف ڈاکٹر یا انجینئر بننے کی طرف نہ لگائیں بلکہ ان کی دینی سوچ اور شعور کو پروان چڑھائیں۔ احادیث کے مطابق، والدین کا فرض ہے کہ سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کی عادت ڈالیں، نرمی سے دین سمجھائیں، اور اگر وہ غلطی کریں تو اصلاح کے مناسب طریقے اختیار کریں۔ اگر والدین اپنی یہ ذمہ داری خیر امت ہونے کے شعور سے ادا کریں گے تو نہ صرف ایک صالح نسل پروان چڑھے گی بلکہ پورا معاشرہ سدھرے گا۔

iv. کردار سازی اور اصلاحِ معاشرہ

خیر امت کی ایک بڑی ذمہ داری معاشرتی کردار سازی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی اصلاحِ معاشرہ کی جدوجہد سے عبارت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ"[8] ترجمہ: "مجھے صرف اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں اخلاقِ حسنہ کو مکمل کر دوں۔"

اصلاحِ معاشرہ کا عمل صرف وعظ و نصیحت سے مکمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے عملی نمونہ، عدل، ہمدردی، رواداری، اور خود احتسابی ضروری ہے۔ خیر امت کو چاہیے کہ وہ اپنے کردار کو اعلیٰ اسلامی اقدار کے مطابق بنائے تاکہ ان کی زندگی دوسروں کے لیے مشعلِ راہ بنے۔

مبحث دوم: معاصر دور میں خیر امت کے چیلنجز اور اصلاحی حکمتِ عملی

1. معاصر دور میں معاشرتی برائیاں

اسلام ایک ایسا کامل دین ہے جو فرد، خاندان، اور معاشرے کے ہر پہلو کی اصلاح کرتا ہے۔ لیکن موجودہ دور میں امت مسلمہ مختلف معاشرتی برائیوں میں مبتلا ہو چکی ہے، جنہوں نے نہ صرف اجتماعی زندگی کو متاثر کیا ہے بلکہ اسلامی اقدار کو بھی نقصان پہنچایا ہے۔ ان برائیوں کی اصلاح کے بغیر "خیر امت" کا عملی نمونہ پیش کرنا ممکن نہیں۔ اس باب میں ہم چند اہم معاشرتی برائیوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

---

[7] al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Adab, ḥadīth no. 893 (Beirut: Dār Ibn Kathīr, 2002).

[8] Muslim ibn Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim*. Nishāpūr: Dār al-Khilāfah al-ʿIlmīyah, 1330 AH, Kitāb al-Īmān, ḥadīth no. 49.

i. جھوٹ، بدعنوانی، اور بددیانتی

جھوٹ اور بددیانتی موجودہ مسلم معاشروں کا عام چلن بن چکی ہیں، حالانکہ اسلام جھوٹ کو تمام برائیوں کی جڑ قرار دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ"[9]

ترجمہ: "جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے، اور گناہ آگ کی طرف لے جاتا ہے۔"

معاشرے میں بدعنوانی (کرپشن) سرکاری اداروں، تعلیمی نظام، عدلیہ، اور حتیٰ کہ مذہبی حلقوں میں بھی سرایت کر گئی ہے۔ رشوت اور اقرباپروری نے عدل وانصاف کو مفلوج کر دیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بدعنوان عناصر کے بارے میں فرمایا:

"وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ[10]

یعنی ناجائز طریقے سے مال کھانا اور جھوٹے ہتھکنڈے اختیار کرنا حرام ہے۔ بددیانتی نے مسلمانوں کے باہمی اعتماد کو شدید نقصان پہنچایا ہے، جو خیر امت کے منصب کے لیے خطرناک علامت ہے۔

ii. بے حیائی، فحاشی، اور میڈیا کا کردار

بے حیائی اور فحاشی وہ معاشرتی برائیاں ہیں جنہوں نے اسلامی معاشروں کے اخلاقی تانے بانے کو بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ لباس، گفتگو، تفریح اور حتیٰ کہ تعلیمی نظام میں بھی حیاء کی حدود پامال ہو رہی ہیں۔ قرآن میں فرمایا گیا:

"قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ"[11]

یعنی مؤمن مردوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں حیا کو بنیادی قدر تصور کیا گیا ہے۔ میڈیا اور سوشل میڈیا نے فحاشی اور بے حیائی کو عام کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا ہے، جس کے باعث نوجوان نسل کا اخلاقی زوال تیز ہو رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الأُولَى: إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ[12]

یعنی "جب تم میں حیا نہ رہے تو جو چاہو کرو"۔ آج کی معاشرتی صورتحال اسی حدیث کی عملی تصویر بن چکی ہے، جہاں حیاء کو کمزوری اور فحاشی کو فیشن سمجھا جاتا ہے۔

iii. طبقاتی تفریق اور عدل وانصاف کا فقدان

اسلام نے مساوات اور عدل کو بنیادی اقدار کے طور پر متعارف کروایا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، كُلُّكُمْ لِآدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ[13]

---

[9] al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. *Jāmiʿ al-Tirmidhī*. Cairo: Maktabat al-Khānjī, 1405 AH, Kitāb al-Zuhd, ḥadīth no. 2399.

[10] al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Maẓālim, ḥadīth no. 2441.

[11] Aḥmad ibn Ḥanbal. *Musnad Aḥmad*. Cairo: Maktabat al-Khānjī, 1405 AH, ḥadīth no. 18512.

[12] Muslim ibn Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb al-Zuhd, ḥadīth no. 2193.

مگر آج کے مسلم معاشروں میں طبقاتی فرق، سرمایہ دارانہ نظام، نسلی تعصب، اور ذات پات کی بنیاد پر لوگوں کو تقسیم کیا گیا ہے۔ امیر اور غریب، تعلیم یافتہ اور ان پڑھ، شہری اور دیہی میں فرق روا رکھا جاتا ہے جو اسلام کے تعلیم کردہ عدل و مساوات کے اصول کے خلاف ہے۔

عدالتوں میں انصاف کا فقدان، پولیس میں جانبداری، اور وسائل کی غیر مساوی تقسیم نے معاشرتی محرومی کو جنم دیا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُم بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ[14]"

عدل کا قیام "خیر امت" کے تصور کا اہم ترین جز ہے، جس کے بغیر کسی اسلامی معاشرے کی کامیابی ممکن نہیں۔

iv. تعلیم، معیشت اور معاشرت میں بگاڑ

تعلیم کا مقصد افراد کو صالح، باشعور اور ذمہ دار شہری بنانا ہے، مگر موجودہ تعلیمی نظام سیکولر نظریات سے لبریز اور اخلاقی تربیت سے خالی ہے۔ تعلیم کو محض روزگار کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، نتیجتاً معاشرہ علم سے زیادہ ڈگری یافتہ افراد پیدا کر رہا ہے۔ قرآن مجید میں علم کے بارے میں فرمایا گیا:

"قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ[15]"

معاشی میدان میں سودی نظام اور غیر منصفانہ تقسیم نے غربت، بے روزگاری اور محرومی کو جنم دیا ہے۔ سودی معیشت کے خلاف سخت وعید ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا[16]"

سماجی بگاڑ میں مغربی تہذیب کی اندھی تقلید، خاندانی نظام کی ٹوٹ پھوٹ، اور والدین کی نافرمانی جیسے مسائل شامل ہیں۔ یہ تمام عوامل امت کو "خیر امت" کی صف سے دور کرتے جا رہے ہیں۔

2. خیر امت کی موجودہ حالت: ایک تنقیدی جائزہ

امت مسلمہ کی تاریخ دنیا کی بہترین اور سب سے کامیاب اقوام کی داستان سناتی ہے۔ مگر آج کے دور میں جب ہم "كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ" کے دعوے کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں افسوسناک سچائیاں نظر آتی ہیں۔ خیر امت کے تصور کے مطابق امت کو اخلاق، عدل، علم اور تقویٰ میں سب سے آگے ہونا چاہیے، لیکن آج مسلم معاشروں میں متعدد کمزوریاں اور خرابیوں نے اس دعوے کو کمزور کر دیا ہے۔

i. مسلم معاشروں میں عدم برداشت

مسلم معاشروں میں ایک بنیادی مسئلہ عدم برداشت کا ہے، جہاں مختلف عقائد، فرقوں، اور نظریات کے حامل افراد کے درمیان رواداری کی کمی ہے۔ یہ رویہ خیر امت کے مفہوم سے متصادم ہے، کیونکہ اسلام میں بھائی چارہ، برداشت، اور اختلافات کو احترام دینے کی تعلیم دی گئی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ[17]"

---

[13] al-Ḥujurāt, 49:12.

[14] al-Mumtaḥanah, 60:8.

[15] Muḥammad, 47:7.

[16] Al-Nisāʾ, 4:36

[17] Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd. *Sunan Ibn Mājah*, Kitāb al-Zuhd, ḥadīth no. 4240.

ترجمہ: "تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔"

یہ آیت اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ مسلمانوں کو دوسرے عقائد و نظریات کا احترام کرنا چاہیے، تاہم معاشرتی سطح پر اسلام کے پیروکاروں میں اس رواداری کی کمی دیکھنے کو ملتی ہے۔ فرقہ واریت، شدت پسندی اور دوسرے عقائد والوں کے ساتھ عدم تحمل، مسلمانوں کے اندرونی اتحاد کو نقصان پہنچا رہی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ فَقَدْ كَفَرَ[18]

ترجمہ: "جو شخص تقدیر پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے۔"

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اختلافات کے باوجود ایمان کا مشترک رشتہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑتا ہے، اور وہ ہر صورت میں اختلافات کو برداشت کرنے کی کوشش کریں۔

ii. اسلامی تعلیمات سے انحراف

مسلم معاشروں میں اسلام کے حقیقی پیغام سے انحراف کی ایک اور بڑی وجہ دین کی بنیادی تعلیمات سے بے گہری ہے۔ قرآن اور حدیث پر عمل کرنے کے بجائے، لوگ اپنی خواہشات اور دنیاوی مفادات کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ اس میں خاص طور پر ہمارے تعلیمی ادارے اور میڈیا شامل ہیں، جو اسلامی اقدار کو کمزور کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَمَن يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُهُمْ بِمَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ[19]

ترجمہ: "اور جو شخص ایمان لائے گا اور صالح عمل کرے گا تو اسے اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔"

لیکن جب مسلمان اپنے دین کی تعلیمات کو عملی زندگی میں نہیں اپناتے، تو ان کے اندر روحانیت اور ایمانی طاقت کا فقدان ہو جاتا ہے۔ اس انحراف کا نتیجہ ہے کہ معاشرتی اخلاقیات اور اسلامی اقدار تباہ ہو رہی ہیں، جو ایک "خیر امت" کے لیے خطرناک ہے۔

iii. دعوت و اصلاح کے میدان میں کمزوری

امت مسلمہ کی ایک اور بڑی کمزوری اس کی دعوتی سرگرمیوں میں ہے۔ جہاں پہلے مسلمان اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے دنیا بھر میں دین کی دعوت دیتے تھے، وہاں آج اس فریضے میں کمی دیکھنے کو مل رہی ہے۔ مختلف عالمی اور مقامی سطح پر اصلاحی تحریکات کی کمی اور دین کی دعوت میں ناکامی امت کی جمود کی ایک علامت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً[20]"

ترجمہ: "میرے پیغام کو پہنچاؤ، چاہے ایک آیت ہو۔"

---

[18] al-Isrāʾ, 17:17.

[19] al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Zakāh, ḥadīth no. 1423.

[20] al-ʿAlaq, 96:1–5.

اس حدیث کے ذریعے نبی ﷺ نے مسلمانوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ دین کی دعوت دینے میں کسی بھی کمیابیت کا شکار نہ ہوں، چاہے ان کے پاس دین کا علم تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن آج امت میں دین کی دعوت دینے کی بجائے انفرادی مفادات، فرقہ واریت اور عارضی مسائل زیادہ اہمیت اختیار کر چکے ہیں۔

3. كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کی روشنی میں تدارک کی حکمتِ عملی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِوَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ[21]"

ترجمہ: "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

اس عظیم آیت کی روشنی میں موجودہ دور میں امت کی اصلاح اور معاشرتی برائیوں کے تدارک کے لیے ایک جامع اور مربوط حکمت عملی ناگزیر ہے۔ ذیل میں چند اہم عملی تجاویز دی جا رہی ہیں جو خیر امت کے کردار کو زندہ کرنے کے لیے معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

i. اصلاحی تحریکات اور ان کا کردار

اصلاحی تحریکات جیسے تبلیغی جماعت، دعوتِ اسلامی، المصطفیٰ ویلفیئر، اور دیگر دینی ادارے معاشرتی اصلاح میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں، بشرطیکہ ان کی سرگرمیاں سیاسی اور فرقہ وارانہ اثر سے پاک ہوں۔ ان تحریکات کو عوام الناس تک پہنچنے کے لیے جدید ذرائع استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ عوام میں اخلاق، شریعت، امانت، دیانت، اور حسنِ سلوک کی عملی تربیت ان تحریکات کا محور ہونا چاہیے۔ مزید یہ کہ ان اصلاحی کوششوں کو بین المسالک ہم آہنگی اور وحدت امت کو فروغ دینے کے لیے استعمال کیا جائے۔

ii. تعلیمی اداروں میں اسلامی اقدار کی ترویج

نئی نسل کو خیر امت کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اسکول، کالج، اور جامعات میں اسلامی تعلیمات کو مضبوطی سے شامل کرنا چاہیے۔ نصاب میں ایسی اصلاح کی ضرورت ہے جو صرف معلوماتی نہ ہو بلکہ اخلاقی و عملی تربیت پر مشتمل ہو۔ اساتذہ کو اسلامی کردار کے حامل ماڈلز کے طور پر پیش آنا چاہیے۔ سیرت النبی ﷺ، خلفائے راشدین کی زندگیاں، اور مسلم اکابرین کے کردار کو نوجوانوں کے لیے نمونہ بنایا جائے۔

iii. میڈیا و سوشل میڈیا کا مؤثر استعمال

میڈیا آج کے دور کا سب سے طاقتور ذریعہ ہے۔ اگر اسے اصلاحِ امت کے لیے استعمال کیا جائے تو بہت سے معاشرتی مسائل کا حل ممکن ہے۔ میڈیا پر دینی پروگرام، سیرت پر مبنی ڈرامے، اخلاقی کہانیاں اور اسلامی ثقافت کے فروغ کے لیے مہمات چلائی جائیں۔ سوشل میڈیا کے ذریعے مختصر ویڈیوز، اسلامی اقتباسات، آیات و احادیث کے ترجمے اور اصلاحی پوسٹس نوجوانوں تک آسانی سے پہنچائی جا سکتی ہیں۔

iv. نوجوان نسل کی تربیت

---

[21] ʿAbd al-Majīd Daryāz. *Tadārukī Ḥikmat-i ʿAmalī aur Islāmī Muʿāsharat* (Lahore: Dār al-Kutub, 2016), 220–223.

نوجوان کسی بھی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ ان کی تربیت اسلامی اقدار کے مطابق کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ ان کے دلوں میں اسلامی شناخت، دینی غیرت، اور ذمہ داری کا احساس اجاگر کیا جائے۔ مساجد، یوتھ سینٹرز، اور کیمپسز میں اصلاحی ورکشاپس اور تربیتی نشستوں کا انعقاد کیا جائے۔ انہیں وقت کے چیلنجز سے نمٹنے کے لیے علمی، فکری، اور روحانی رہنمائی فراہم کی جائے تاکہ وہ خیر امت کے سچے نمائندے بن سکیں۔

V. سیرتِ نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کا عملی نمونہ

اسلام کی روشن تاریخ میں سیرتِ نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کا دور وہ مثالی زمانہ ہے جس میں "خیر اُمّت" کا تصور اپنے عملی مظاہر میں نمایاں نظر آتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس میں ہر پہلو پر رہنمائی موجود ہے، بالخصوص اصلاحِ معاشرہ، امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر جیسے اصولوں پر۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ نے ہمیں یہ سکھایا کہ معاشرتی برائیوں کے خاتمے کے لیے سب سے اہم چیز کردار کی مضبوطی، عدل و انصاف، اور افرادِ امت کی فلاح و بہبود ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَن رَأَى مِنكُم مُنكَرًا فَليُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِن لَّمْ يَستَطِع فَبِلِسَانِهِ، فَإِن لَّمْ يَستَطِع فَبِقَلبِهِ، وَذَٰلِكَ أَضعَفُ الإِيمَانِ[22]

ترجمہ: "تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روکے، اور اگر زبان سے بھی نہ روک سکے تو دل میں برا سمجھے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔"

یہ حدیث نبوی ﷺ نہ صرف اصلاحِ معاشرہ کی بنیاد ہے بلکہ ایک مربوط عمل کا خاکہ بھی فراہم کرتی ہے جسے آپ ﷺ نے خود اپنی سیرت سے واضح کیا۔ آپ نے مکہ کی جاہلیت میں توحید، عدل، اخلاق، اور مساوات کی دعوت دی، اور مدینہ میں ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جہاں اقلیتوں کے حقوق، عورتوں کی عزت، اور تجارت میں دیانت کو اہمیت دی گئی۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اس مشن کو کامیابی سے آگے بڑھایا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ارتداد کے خلاف اقدام کر کے امت کے اتحاد کو محفوظ رکھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عدل و انصاف کو معاشرے میں نافذ کیا، حتیٰ کہ عام شہری خلیفہ وقت سے باز پرس کر سکتا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن کی ایک قرأت کو امت میں رائج کر کے فکری و لسانی اتحاد کو فروغ دیا، اور حضرت علیؓ نے باطل کے خلاف ڈٹ کر کھڑے ہو کر امت کو حق کی سربلندی کا درس دیا۔

ان حضرات کے طرزِ حکمرانی میں عدل، شفافیت، احتساب، اور عوامی فلاح کو بنیاد بنایا گیا۔ مثال کے طور پر حضرت عمرؓ فرماتے تھے:

"اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھی پیاسا مر گیا تو عمر اس کا بھی جواب دہ ہے۔"

یہ احساسِ ذمہ داری ہی خیر امت کی اصل روح ہے، جسے ہم نے اپنی معاشرتی زندگی سے تقریباً ختم کر دیا ہے۔ خلفائے راشدین نے نہ صرف اصلاح کی، بلکہ اپنے عمل سے امت کو راستہ دکھایا کہ کس طرح خیر امت بننے کے لیے اجتماعی و انفرادی کردار ادا کیا جائے۔

آج کے دور میں ہمیں ان سیرتوں کو صرف کتابوں تک محدود رکھنے کے بجائے، عملی زندگی میں نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ جب حکمران، علما، اساتذہ، والدین، اور نوجوان طبقہ ان پاکیزہ نمونوں کو اپنی زندگی میں اپنائیں گے، تو یقیناً خیر امت کا مقام دوبارہ حاصل ہو سکے گا۔

---

[22] Rashīd Aḥmad Gangohī. *Islām meṅ Muʿāsharatī Iṣlāḥāt ke Uṣūl* (Lahore: Dār al-Kutub, 2008), 205–210.

4. عصر حاضر میں امت کی اصلاحی تحریکات

i. دعوت اسلامی، تبلیغی جماعت، اور دیگر ادارے

عصرِ حاضر میں امت مسلمہ کی اصلاح اور معاشرتی برائیوں کے تدارک کے لیے کئی اصلاحی تحریکات نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان تحریکات کا مقصد اسلامی تعلیمات کی ترویج اور معاشرتی اصلاح ہے۔ ان تحریکات میں دعوت اسلامی اور تبلیغی جماعت کی سرگرمیاں خاص طور پر نمایاں ہیں، جو دنیا بھر میں دین کی دعوت دینے اور مسلمانوں کو اسلامی اصولوں پر عمل کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ دعوت اسلامی نے دنیا بھر میں اپنی سرگرمیاں پھیلائیں ہیں اور مختلف سطحوں پر اسلامی احکام کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ اس تحریک نے افراد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرتی سطح پر بھی نیک تبدیلیاں لانے کی کوشش کی ہے۔ اس کا مقصد لوگوں کو دین کی طرف بلانا اور برائیوں سے بچانا ہے۔

اسی طرح تبلیغی جماعت بھی مسلمانوں کو دین کی دعوت دینے کے لیے عالمی سطح پر سرگرم ہے۔ اس جماعت کی کوششوں سے مختلف ممالک میں لوگ اپنی زندگیوں میں تبدیلی لانے کی کوشش کر رہے ہیں، اور اس کے ذریعے افراد کی تربیت اور اصلاح کا عمل جاری ہے۔

ii. مقامی وعالمی سطح پر رفاہی خدمات

عصرِ حاضر میں اصلاحی تحریکات کا ایک اور اہم پہلو ان کی رفاہی خدمات ہیں۔ رفاہی ادارے، جو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کر رہے ہیں، اسلامی اقدار کو معاشرتی سطح پر پھیلانے میں معاون ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ ادارے نہ صرف غربت و افلاس کے شکار افراد کی مدد کرتے ہیں بلکہ صحت، تعلیم، اور دیگر سماجی خدمات کے ذریعے معاشرتی اصلاح میں بھی حصہ لے رہے ہیں۔ پاکستان میں "المدینہ فاؤنڈیشن" اور "آئی ایچ ایس" جیسی تنظیمیں رفاہی خدمات فراہم کر رہی ہیں۔ ان اداروں کی مدد سے لاکھوں افراد کو طبی سہولتیں، تعلیم اور روزگار کے مواقع ملے ہیں۔ عالمی سطح پر بھی مسلم تنظیمیں جیسے "ریلیف پاکستان" اور "انٹرنیشنل مسلم ریلیف" نے مسلم کمیونٹی کی فلاح کے لیے کام کیا ہے۔ یہ ادارے اسلامی اخلاق اصولوں پر عمل کرتے ہوئے معاشرتی برائیوں کے تدارک کی کوشش کر رہے ہیں اور لوگوں میں اسلامی انسانیت کا شعور بیدار کر رہے ہیں۔

iii. علمی وفکری سطح پر شعور کی بیداری

دینی مدارس، یونیورسٹیز اور دیگر تعلیمی ادارے اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے اور لوگوں میں فکری شعور بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ ادارے نہ صرف تعلیمی میدان میں بلکہ فکری اور نظریاتی سطح پر بھی امت مسلمہ کی اصلاح کے لیے کوشاں ہیں۔ ان اداروں کا مقصد مسلمانوں میں اسلامی فکر کی ترویج، اصولوں کی پابندی اور معاشرتی اخلاقیات کی بہتری ہے۔ دینی مدارس جیسے جامعہ اسلامیہ، جامعہ لاہور اور جامعہ بنوریہ سمیت دیگر تعلیمی ادارے نوجوانوں کو اسلامی فکریات اور فلسفے سے روشناس کرانے کے لیے مختلف پروگرامز اور کورسز فراہم کر رہے ہیں۔ ان کا مقصد نوجوانوں کو اسلامی معاشرتی ذمہ داریوں کا شعور دینا ہے تاکہ وہ نہ صرف اپنی ذاتی زندگی میں بلکہ اجتماعی طور پر بھی معاشرتی اصلاح کے عمل کا حصہ بنیں۔

اسی طرح عالمی سطح پر بھی مسلم دنیا کے اہم تعلیمی ادارے جیسے جامعہ الازہر، جامعہ قراقرم، اور مدینہ یونیورسٹی امت مسلمہ میں علمی بیداری کی مہم چلا رہے ہیں۔ یہ ادارے مسلمان طلباء کو دین کی گہرائی سے آگاہی فراہم کرتے ہیں اور انہیں معاشرتی سطح پر اسلامی تعلیمات کے نفاذ کا حوصلہ دیتے ہیں۔

iv. اصلاحی تحریکات کی اہمیت اور مستقبل

عصرِ حاضر میں اصلاحی تحریکات کا کردار بہت اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ ان تحریکات کی مدد سے نہ صرف فرد کی اصلاح ہو رہی ہے بلکہ پورے معاشرے میں برائیوں کا تدارک اور اچھائی کا فروغ ممکن ہو رہا ہے۔ تاہم، ان تحریکات کی کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ یہ تحریکات کتنی مؤثر انداز میں لوگوں کے دلوں میں تبدیلی پیدا کرتی ہیں اور اسلامی اصولوں کی پیروی کے لیے افراد کو کس طرح تیار کرتی ہیں۔[23]

خلاصۂ بحث

قرآنِ مجید کی آیت "كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ..." میں امت مسلمہ کو نیکی کے فروغ اور برائی کے تدارک کا عظیم فریضہ سونپا گیا ہے۔ یہ منصب صرف دعوے یا شناخت سے نہیں بلکہ عمل، کردار، عدل، تقویٰ اور اخلاقِ حسنہ کے عملی اظہار سے مشروط ہے۔ موجودہ دور میں امت مسلمہ اس معیار سے دور ہو چکی ہے، جس کا نتیجہ جھوٹ، کرپشن، فحاشی، اور ناانصافی کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کی زندگیاں اس کی روشن مثالیں ہیں کہ اصلاحی قیادت کیسے معاشروں کو سنوارتی ہے۔ اس تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ خیر اُمت کا مقام دوبارہ حاصل کرنے کے لیے ہمیں انفرادی و اجتماعی سطح پر اصلاحی کردار ادا کرنا ہوگا۔ تعلیمی اداروں، میڈیا، علما، والدین اور نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ برائی کے خلاف متحد ہو کر کردار ادا کریں اور معاشرتی فلاح کا سفر از سرِنو شروع کریں۔

سفارشات

معاشرتی برائیوں کے تدارک اور اُمت مسلمہ کو اس کے اصل مقام، یعنی "خیر اُمّت" کے منصب پر بحال کرنے کے لیے درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں، جنہیں انفرادی، اجتماعی، ریاستی اور عالمی سطح پر اختیار کرنا ناگزیر ہے:

1. **اسلامی تعلیمات کا فروغ ریاستی سطح پر:** ریاستوں کو چاہیے کہ وہ اسلامی اصولوں کو نصابِ تعلیم، میڈیا، عدالتی نظام، اور حکومتی پالیسیوں کا حصہ بنائیں۔ اسکولوں، کالجوں اور جامعات میں ایسی نصابی کتب شامل کی جائیں جو نہ صرف مذہبی علم دیں بلکہ اسلامی اخلاقیات، معاشرتی عدل، دیانت داری اور حسنِ سلوک کی تعلیم بھی فراہم کریں۔ یہ قدم ایک ایسی نسل کی تیاری میں مدد دے گا جو کردار اور گفتار دونوں میں اسلامی ہو۔
2. **دینی قیادت اور علما کا مؤثر کردار:** علما اور خطبا کو اپنی تقریروں، دروس، اور فتویٰ جات میں ان موضوعات کو ترجیح دینی چاہیے جو معاشرتی اصلاح اور عوامی اخلاقیات کی تربیت کریں۔ فرقہ وارانہ اختلافات کو کم کر کے مشترکہ اسلامی قدروں پر اتفاق کرتے ہوئے اُمت کی رہنمائی کریں۔ اس مقصد کے لیے علما کو جدید ذرائعِ ابلاغ سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیے۔
3. **میڈیا اور سوشل میڈیا کا مثبت استعمال:** میڈیا، جو آج کے دور میں رائے عامہ بنانے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے، کو اسلامی اقدار کے فروغ اور معاشرتی برائیوں کی روک تھام کے لیے استعمال کیا جائے۔ ڈرامے، فلمیں، اور دیگر پروگرام ایسے موضوعات پر بنائے جائیں جو سچائی، انصاف، حیا، اور عدل کی اہمیت کو اجاگر کریں۔ سوشل میڈیا پر اسلامی تربیتی مواد، اصلاحی پیغامات، اور علمی لیکچرز کو عام کیا جائے۔
4. **والدین اور اساتذہ کی کردار سازی:** والدین بچوں کی پہلی درسگاہ ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ اولاد کی تربیت قرآن و سنت کے مطابق کریں۔ اسی طرح اساتذہ محض کتابیں پڑھانے والے نہیں، بلکہ کردار ساز ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعے بچوں اور نوجوانوں میں ایمانداری، عدل، خدمت خلق، اور محبت جیسے جذبات پیدا کیے جا سکتے ہیں۔

---

[23] Nadwi, Abul Hasan Ali, *Muslim Mamalik Mein Islamiyat Aur Tahzibi Bhed-Bhao* (Lucknow: Nadwatul Ulama, 1986), 2: 101.

5. **نوجوانوں کی ذہنی واخلاقی تربیت:** نوجوان نسل کو اصلاحِ امت کا اہم ستون بنایا جائے۔ ان کی صلاحیتوں کو مثبت سمت میں استعمال کرنے کے لیے تربیتی ورکشاپس، اسلامی کیمپس، مطالعاتی حلقے، اور دینی تربیتی نصاب وضع کیے جائیں۔ انہیں معاشرتی خدمت، رضاکارانہ کاموں، اور فلاحی اداروں سے جوڑ کر اصلاحی عمل کا حصہ بنایا جائے۔
6. **رفاہی اور اصلاحی اداروں کی حوصلہ افزائی:** ایسے ادارے جو معاشرے میں اخلاقی، تعلیمی اور سماجی اصلاح کے لیے کام کر رہے ہیں، ان کی سرپرستی اور مالی امداد کی جائے۔ ان کی کوششوں کو قومی و بین الاقوامی سطح پر تسلیم کیا جائے تاکہ دوسرے افراد اور ادارے بھی اصلاحی عمل میں شامل ہوں۔
7. **احتساب اور عدل کا قیام:** ریاست کو چاہیے کہ وہ تمام اداروں میں احتساب کا مؤثر نظام قائم کرے، جس سے کرپشن، ناانصافی، اقرباپروری، اور بددیانتی کا خاتمہ ہو۔ جب قانون ہر فرد پر یکساں لاگو ہوگا تو عدل اور معاشرتی ہم آہنگی پیدا ہوگی۔
8. **عالمی سطح پر اُمت مسلمہ کے اتحاد کی کوششیں:** مسلم دنیا کے مابین سیاسی، مذہبی اور ثقافتی اتحاد قائم کیا جائے تاکہ مشترکہ مسائل کو باہم مل کر حل کیا جا سکے۔ اسلامی تعاون تنظیم (OIC) جیسے ادارے کو مؤثر اور فعال بنایا جائے تاکہ اُمت کی اصلاح کے لیے ٹھوس پالیسی مرتب کی جا سکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Ṣahīḥ al-Bukhārī*. Beirut: Dār Ibn Kathīr, 2002.
* Muslim ibn Ḥajjāj. *Ṣahīḥ Muslim*. Nishā pūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH.
* Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. *Jāmiʿ al-Tirmidhī*. Cairo: Maktabat al-Khānjī, 1405 AH.
* Aḥmad ibn Ḥanbal. *Musnad Aḥmad*. Cairo: Maktabat al-Khānjī, 1405 AH.
* Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd. *Sunan Ibn Mājah*. [Place and publisher if known].
* ʿAbd al-Majīd Daryāz. *Tadārukī Ḥikmat-i ʿAmalī aur Islāmī Muʿāsharat*. Lahore: Dār al-Kutub, 2016.
* Rashīd Aḥmad Gangohī. *Islām meṅ Muʿāsharatī Iṣlāḥāt ke Uṣūl*. Lahore: Dār al-Kutub, 2008.